ڈاکٹر ابصار احمد

انسان کا غیر مادّی تشخص

جدید مغربی فلسفہ کی روشنی میں

—— یہ مقالہ مارچ ۸۸ء میں منعقدہ سالانہ محاضراتِ قرآنی میں پڑھا گیا ——

حضرات! میرے مقالے کا عنوان ''انسان کا غیر مادی تشخص۔ جدید فلسفہ کی روشنی میں'' ہے۔ سب سے پہلے میں ''جدید فلسفہ'' کے اس حصے کی نشاندہی کرنا چاہوں گا جس کے تناظر میں مجھے انسان کے غیر مادی وجود یا تشخص کے بارے میں وضاحت کرنا ہے۔ تفکر و تفلسف کا عمل ماضی کی طرح آج بھی متمدن دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف انداز اور نہج پر جاری ہے۔ مغربی یورپ یعنی Continent میں بالعموم وجودیت' مظہریت (Phenomenology) اور سٹرکچرلزم کے مکاتیب فکر دانشگاہوں میں مفکرین کے فکر کا محور ہیں۔ لیکن برطانیہ اور امریکہ میں فلسفیانہ تفکر پر بڑی حد تک لسانی و منطقی تحلیل' ایجابیت (Positivism) اور تجربیت پسندی (*Empiricism*) کا غلبہ ہے۔ وقت کی کمی اور وسعت مضمون کے پیش نظر آئندہ سطور میں صرف مؤخرالذکر فلسفیانہ طرز ہی کو مختصراً زیر بحث لاؤں گا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ سترھویں صدی کے فرانسیسی مفکر ڈیکارٹ کا یہ ادّعا کہ ''میں سوچتا ہوں اس لئے میں ہوں'' عام طور پر جدید فلسفے کا نقطہ آغاز سمجھا جاتا ہے۔ فی الجملہ ڈیکارٹ کا یہ فکر مادی اشیاء کے وجود کے اہم و مقدم ہونے کے عامیانہ یقین کی تردید کرتا ہے۔ ڈیکارٹ کی اس تصریح کے مطابق اہم تیقن تو تجربے کا ہے اور یہ کوئی مادی شے نہیں بلکہ ذہنی شے ہے۔ جب میں کسی مادی شے کا خیال کرتا ہوں تو یہ قابل تصور ہے کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں لیکن بغیر خود موجود ہونے کے میں یہ خواب بھی نہیں دیکھ سکتا کہ میں موجود ہوں۔ اور یہاں ''میں'' سے مراد میرا (ذہن) غیر مادی تشخص یا نفس ہے نہ کہ میرا جسم۔ یہ قابل تصور ہے کہ

میرے جسم کا ہونا محض ایک خواب یا التباس ہو لیکن یہ امر کہ میں نے سوچا یا فکر کی' التباس یا خواب نہیں ہو سکتا' کم از کم لفظ کے اس وسیع معنی کے لحاظ سے جس کی رو سے میں بیداری کی حالت میں کسی چیز کے متعلق سوچتا ہوں۔ اور اسی طرح یہ امر کہ میں نے تجربہ کیا التباس قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس امر پر یقین کرنے یا اس پر شبہ کرنے کے لئے کہ میں فکر کر رہا ہوں یا تجربہ کر رہا ہوں میرے لئے شک کا فکر یا تجربہ کرنا ضروری ہے۔ مخصوص تحدیدات کے ساتھ ڈیکارٹ کی یہ دلیل ان مادیئین کے خلاف جن کا خیال یہ ہے کہ صرف مادّے کا وجود ہی حقیقی ہے' تجربے اور فکر کی' اعلیٰ کیفیات کے وجود پر کامل یقین کو ثابت کرتی ہے۔ ڈیکارٹ کے اسی ادعا کے تحت فلسفہ و تفکر میں اس موضوعی یا جانب شعور میلان کی ابتدا ہوئی جو بعد میں واقع ہونے فلسفیانہ ارتقا کی خصوصیت رہا ہے۔ اسی کے زمانے سے فلاسفہ گزشتہ زمانے سے زیادہ خارجی سنی سنائی خبروں یا توہمات پر نظر کرنے سے پہلے باطن یا داخلیت پر نظر کرنے لگے۔ معترضین نے خود ڈیکارٹ کے زمانے میں اور پھر بعد کے دور میں یہ نقطہ آفرینی کی کہ اس کے ادعائی جملے "میں سوچتا ہوں اس لئے میں ہوں" کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو اس سے تو محض فکر یا تجربے کا وجود ہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈیکارٹ اپنی دلیل میں مناسب اور جائز حدود سے تجاوز کر کے فکر یا تجربے سے علیٰحدہ اور مستقل نفس یا غیر مادی فاعل خودی کا اثبات کرتا ہے۔ ڈیکارٹ پر ایک دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ "میں سوچتا ہوں" سے سوچی ہوئی شے ویسی ہی لازم آتی ہے جیسے کہ سوچنے والا۔ لیکن دلیل میں کوئی ایسی بات نہیں جو یہ ثابت کرے کہ سوچی ہوئی چیز سوچنے والے سے علیٰحدہ نہیں ہو سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ذہنی شبیہ ہو جو اپنے وجود کے لئے میرے تخیل کی محتاج ہو۔ ان اعتراضات کے باوجود ڈیکارٹ اور اس کے متبعین نے زور دار انداز میں جسم اور غیر مادی نفس یا روح کی ثنویت کے لئے دلائل فراہم کئے۔ انگریز فلسفی ہیوم کے برعکس جو مادی جوہر کے ساتھ ساتھ غیر مادی یا نفسی و روحی جوہر کا بھی انکار کرتا ہے' یہ مفکرین ذہن یا نفس کو تجربات کا محض ایک سلسلہ خیال نہیں کرتے جو صرف علّی قوانین سے مربوط ہوتا ہے بلکہ وہ کم از کم اضافی طور پر ایک علیٰحدہ اور مستقل بالذات جوہر ہے۔ مادی جسم اور انائے محض کی ثنویت کو پیش کرنے والے مفکرین کے دلائل کا جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل تین دلائل بہت قوی معلوم ہوتے ہیں:

(۱) علم عینیّتِ نفس کا متقاضی ہے کیوں کہ علم ہمیشہ کثرت کا ہوتا ہے۔ الف ب ج وغیرہ۔ لیکن الف ب ج کا تقابل کرنے یا انہیں مربوط کرنے کے لئے اس ہستی کا جو الف کو جانتی ہے ب اور ج کو جاننا ضروری ہے۔ اگر ایک مربوط دلیل کا وقوف ہوتا ہے تو وہی نفس جو مقدمات کو پہچانتا ہے اسے نتیجے کو بھی پہچاننا چاہئے اور اس کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ اس لئے لازم آیا کہ نفس کو اپنی عینیت برقرار رکھنی چاہئے۔

(۲) فکر کے لئے ایک مفکر لازم ہے جو فکر سے یا جملہ ذہنی کیفیات سے جدا اور علیحدہ ہوتا ہے۔ افکار محض واقعات ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ محض واقعات ذہنی کا سلسلہ از خود کسی چیز کو جان نہیں سکتا۔ چنانچہ اس طرح ولیم جیمز اور بعض دوسرے مفکرین کا یہ کہنا کہ فکر خود مفکر ہے' (Passing thought is the thinker) باطل پڑتا ہے۔

(۳) یادداشت یا حافظے کا تجربہ مجھ سے کہتا ہے کہ وہی "انا" جواب فلاں فلاں چیز دیکھ رہا ہے یا کام کر رہا ہے' زمانہ گزشتہ میں بھی فلاں فلاں چیز کر چکا ہے۔ لیکن گزشتہ واقعات تو گزر چکے اور اب موجود نہیں۔ لہٰذا ہیوم کے خیال کے برعکس نفس کو محض واقعاتِ ذہنی کے ایک سلسلے میں تحلیل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دعویٰ بالکل معقول ہے کہ ہم میں سے ہر شخص انائے محض کا تجربات کے ماوراء بدیہی وقوف کر سکتا ہے۔ اور بالخصوص حافظے کے تجربے میں اس کے وجود مسلسل کی شہادت ملتی ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ نفس یا انسان کے غیر مادی عنصر کا وجود ایک وجدانی امر ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادراک و تعقل محض انسانی دماغ کے عضویاتی و کیمیائی وظائف کا نام نہیں۔ مادہ خواہ کتنا ہی ترقی یافتہ ہو بجائے خود ایک بے حس اور لا یعقل چیز ہے۔ دقیق خیالات' اخلاقی و روحانی تصورات اور علوم و فنون مادے کی پیداوار نہیں بلکہ کوئی اور جوہر لطیف ہے جس سے یہ کرشمے سرزد ہوتے ہیں۔ برٹرنیڈ رسل نے یادداشت اور حافظے کی بنیاد کے ضمن میں انسانی دماغ کے بعض حصوں میں ارتسامات یاد Mnemic trace theory کا مفروضہ پیش کیا تھا ——— اس کا خیال تھا کہ جس طرح سیلولائیڈ کے ڈسک یا مقناطیسی ٹیپ پر آوازیں ریکارڈ ہوتی ہیں' اسی طرح ذہن کے بعض حصوں میں ہمارے تجربات کے نشانات محفوظ ہو جاتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ

تاحال نیورو فیزیالوجسٹ اس مفروضے کی تصدیق نہیں کر سکے ہیں۔ چنانچہ جیسااوپر کہا گیا یادداشت اور حافظے کا مسئلہ صرف مستقل بالذات عینیّتِ نفس کے تسلیم کرنے ہی سے حل ہو سکتا ہے۔

انسان کے غیر مادی جوہر کا تصور جس قدر مہتم بالشان ہے اسی قدر عسیر التصور ہے۔ خود ڈیکارٹ بہت سے ایسے خیالات کا اظہار کرتا ہے جن سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً اس کا یہ خیال کہ تمام جانوروں کی حیثیت غیر شعوری مشینوں (Unconscious automata) ـــــــ کی ہے۔ ڈیکارٹ سے پہلے قرون وسطیٰ اور یونانی فلسفے میں روح حیوانی اور زیادہ روح انسانی کے تصورات ملتے ہیں۔ جس کے مطابق انسانی روح حیوانی روح سے مقابلتاً اعلیٰ و برتر اور عقلی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈیکارٹ اس اعتراض کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا کہ گہری نیند کی حالت میں یا ان بے ہوشی کے اوقات میں جب شعوری ذہنی واقعات موجود نہیں ہوتے، نفس یا روح انسانی کے وجود یا تسلسل کی کیونکر وضاحت کی جا سکتی ہے۔

میرے خیال میں ڈیکارٹ کی ثنویت جسم و نفس اپنی متعدد پیچیدگیوں اور مشکلات کے باوصف جدید فکر میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ بیسویں صدی کے وسط میں مغربی مفکرین کی اکثریت نے انسانی عظمت کے اس پہلو کو یکسر فراموش کر کے اسے زیادہ سے زیادہ ذی حیات روبوٹ کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کا منہاج انہوں نے یہ تلاش کیا کہ انسان کے مخصوص ذہنی و نفسی وظائف اور کیفیات کی عضویاتی تشریح کے لئے عجیب و غریب فلسفیانہ توجیہات پیش کیں۔ انگریز فلسفی گلبرٹ رائل اور متعدد دوسرے مفکرین نے انتہائی مضحکہ خیز انداز میں انسان کی باطنی کیفیات اور داخلیت کا بالکل انکار کرتے ہوئے مختصراً یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انسان بس وہی کچھ ہے جو نظر آتا ہے اس کے اندر کسی نفس، خودی، انا یا روح کا کوئی وجود نہیں۔ ان مفکرین کے خیال میں نام نہاد ذہنی افعال یا کیفیات وہی ہیں جن کا اظہار جسمانی اعضاء خارج میں یا جسم کے اندر مختلف غدود، عضلات یا برین ٹشوز کی فعلیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ راقم الحروف نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں گلبرٹ رائل کے نظریہ منطقی کرداریت اور پروفیسر سمارٹ، پروفیسر کوئنٹن، آرم سٹرانگ اور دوسرے Mind- body Identity theorists &

Central- state Materialists کے دلائل کا علمی محاکمہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ذہنی و نفسی کیفیات ہر اعتبار سے جسمانی اور دماغی کیفیات سے مختلف ہیں مختصراً میری دلیل اس ضمن میں یہ رہی ہے کہ ان فلاسفہ نے ذہنی اور عضویاتی وظائف کی عینیّت ثابت کرنے کے لئے ' First person approach ' ______ اور Third person approach ______ میں فرق ملحوظ نہیں رکھا۔ ایک مریض کو اپنے دانت میں درد کا احساس ذاتی طور پر' بلاواسطہ اور "ان دیکھے" حاصل ہوتا ہے۔ البتہ اس کے دانت میں کیڑا لگنے سے جو شکست و ریخت ہوتی ہے وہ Dentist دیکھ سکتا ہے لیکن طبیب کو مریض کے درد کا احساس اس طور نہیں ہو سکتا جیسا خود مریض کو ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دانت یا جسم کے کسی عضوی حصے کی ایسی خرابی جس کا ڈاکٹر معائنہ کرتا ہے' مختلف ہے اس ذہنی کیفیت اور نفسی حالت سے جس کا وہ شخص خود تجربہ کرتا ہے۔ اس طرح رائل اور اس کے متبعین کا ادّعا بودا اور غیر معقول ہے ع" عقل عیّار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے۔" طوالت سے بچنے کے لئے میں تمام دلائل کا ذکر یہاں نہیں کرنا چاہتا۔ خوش قسمتی سے میرا مقالہ دو سال قبل کتابی شکل میں اقبال اکیڈمی نے 'Concept of self and self- Identity in contemporary philosophy' ______ کے عنوان سے شائع کر دیا ہے۔ جن حضرات کو ان موضوعات سے دلچسپی ہو' میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کا مطالعہ کریں۔

میں نے بھی بھی مغربی فلاسفہ کا مادیت پسندی یا کرداریت (Philosophicial Behaviourism) پر مبنی مؤقف بیان کرتے ہوئے اسے اکثریت کی علمی رائے قرار دیا۔ تاہم اس صدی کی گزشتہ تین چار دہائیوں کے دوران چند مفکرین ایسے بھی ہیں جو نہایت وقیع علمی استدلال کی بنیاد پر اس بات کے قائل ہیں کہ انسان کی اصل حقیقت مادی نہیں ہے بلکہ وہ جسم اور غیر مادی عنصر پر مشتمل مرکب وجود کا حامل ہے۔ ان میں سرفہرست انگریز فلسفی C-A- Camphell ______ کا نام ہے۔ جس کی ضخیم کتاب کا عنوان " On self*hood* and Godhood " ہی انتہائی معنی خیز ہے۔ کیمبل کا فکر یہ ہے کہ ہم اپنی باطنی حقیقت اور عرفان ذات کے بعد ہی خدا کے تصور تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس طرح یہ فلسفی حدیث رسولؐ یا صوفیاء کے حکیمانہ قول مَنْ عَرَف

نفسہ فقد عرف ربہ کی علمی واقعیت پر مہر تصدیق ثبت کرتا نظر آتا ہے۔ دوسرا فلسفی جو انسانی خودی کو جسم و دماغ سے علیحدہ اور مستقل بالذات ثابت کرتا ہے 'H. D. LEWIS' ہے جس کی تصنیف 'Elusive Mind' علمی حلقوں میں بحث وتحیث کا موضوع بنی رہی ہے۔ ایک اور فلسفی جس کا حوالہ میں اہم ترین سمجھتا ہوں R. 'ard Swinburne ہے۔

سون برن اعلیٰ درجے کا تحلیلی ذہن رکھنے والا انگریز مفکر ہے وہ انگلستان کی کئی یونیورسٹیوں میں فلسفے کا پروفیسر رہا ہے۔ اس کے ۸۳ اور ۸۴ء میں دیئے گئے گفرڈ لیکچرز کا عنوان The Evolution of the Soul ہے اور اسے ۸۶ء میں کلیرنڈن پریس آکسفورڈ نے شائع کیا ہے۔ میرے علم کی حد تک انسان کے غیر مادی عنصر یعنی نفس وروح کے موضوع پر گزشتہ نصف صدی میں شائع ہونے والی کتابوں میں یہ مدلل ترین اور جامع ترین تصنیف ہے۔ چونکہ منطقی طور پر اس پوری بحث کے تانے بانے اخلاقیات اور حیات بعد الممات کے نظریات سے ملتے ہیں اس لئے سون برن نے کتاب ہذا میں دو مستقل ابواب "شعورِ اخلاق" (Moral Awareness) اور حیاتِ اخروی بعنوان " The Future of the Soul " تحریر کئے ہیں۔

روح یا خودی و نفس کے مسئلے پر میری نظر میں ہمیں جدید سائنسی تحقیقات سے بھی کسی حد تک مثبت راہنمائی ملتی ہے۔ جدید تحقیقات نے واقعات و حقائق کے کچھ ایسے نئے گوشے کھولے ہیں جس کے بعد روح یا نفس کی حقیقت اور جسمانی موت کے بعد اس کا بقا محض وجدانی یا عقلی چیز نہیں رہا، بلکہ ایک ایسی حقیقت بن چکا ہے جس کو تجرباتی دلیل سے ثابت کیا جاسکتا ہے انسانی جسم کے بارے میں سائنس نے دریافت کیا ہے کہ وہ بے شمار چھوٹے خلیوں (Cells) کا مرکب ہے جن کی تعداد ایک متوسط جسم میں ایک ہزار ارب کے قریب ہوتی ہے یہ خلیے ہر آن ٹوٹ کر ختم ہوتے رہتے ہیں۔ غذا ہضم ہو کر ہمارے جسم کے وہ خلیے مہیا کرتی ہے جو ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے ہر روز درکار ہوتے ہیں۔ گویا جسم نام ہے ایک ایسی عمارت کا جو کھربوں اینٹوں سے مل کر بنا ہو۔ اور ہر آن اپنی اینٹوں کو بدلتا رہتا ہو۔ اب اگر نفس یا انسان کا معنوی وجود جسم ہی کا ایک مظہر ہے تو جس طرح مشین کا ایک پرزہ ٹوٹنے سے پوری مشین متاثر ہوتی ہے یا باجے کا ایک تار خراب ہونے سے اس کی آواز پر اثر پڑتا ہے اسی طرح جسم کے

مرکبات بدلنے یا ضائع ہونے سے نفس یا روح میں بھی تبدیلیاں ہونی چاہئیں۔ مگر ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روح جسم سے الگ ایک چیز ہے جو بذات خود اپنا وجود رکھتی ہے۔ چنانچہ ایک سائنس دان نے انسانی ہستی کو اس کے جسم کے مقابلے میں ایک ایسی علیحدہ اور مستقل بالذات عنصر قرار دیا ہے جو مسلسل تغیرات کے اندر غیر متغیر حالت میں اپنا وجود باقی رکھتی ہے۔ اس کے الفاظ میں:

Personality is changlessness in change.

راقم الحروف نے اپنے تحقیقی مقالے میں کیمبرج کے سائنس دان *W.H.Thorpe*، مانٹریال کے پروفیسر *Wilder Penfield*، ماہر نفسیات *Cyril Burt* اور انگلستان کے مشہور نیورو فزیالوجسٹ پروفیسر *Joh Eecles* کے اقتباسات کے حوالوں سے یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچانے کی کوشش کی ہے کہ شعوری/ذہنی کیفیات اور انسان کا باطنی تشخص عضویاتی وظائف میں تحلیل نہیں کیے جاسکتے۔ میں یہاں جان ایکلز کے ایک طویل لیکچر کے اقتباس سے چند سطور آپ کے گوش گزار کروں گا۔

"Contrary to the physicalist creed I believe that the prime reality of my experiencing self can not with propriety be identified with some aspects of its experiences and its imaginings - such as brains and neurones and nerve impulses and even complex spatio - temporal patteress of impulses. The evidence presented in this lecture shows that these events in the material world are necessary but sufficient causes for experiences and for my consciouly experiencing self ;"

سامعین کرام! مجھے احساس ہے کہ آپ کو جسم و نفس کی ثنویت یا انسان کے غیر مادی تشخص کے فلسفیانہ اثبات میں وہ روحانی رفعت نظر نہ آ رہی ہوگی جو حقیقت انسان، عرفان ذات اور روح انسانی کے سلسلے میں قرآنی تصریحات میں نظر آتی ہے۔ اور جس کا بیان آپ میں سے اکثر برادر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دروس قرآنی میں سن چکے ہوں گے۔

انہوں نے حال ہی میں چند مسلسل ہفتہ وار دروس میں سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۱۹
وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ کو موضوع درس بنایا۔ اور لاریب اس موضوع پر نہایت قیمتی باتیں کہہ کر قرآنی مابعد الطبیعات کے بہت سے عقدے حل کرنے کی شاندار کوشش کی ہے۔ وحی کی روشنی سے آزاد یا محروم تفکر و تفلسف کی اپنی مسلّم حدود ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کسی فلسفی یا حکیم کا فکر وحی ربانی کی سی رفعت، جامعیت اور قطعیت کا ہلکا سا بھی دعوی نہیں کر سکتا۔ انجمن خدام القرآن کے سالانہ محاضرات قرآنی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جہاں وہ ایک طرف سامعین کے اخلاقی و روحانی بالیدگی اور دینی بصیرت میں اضافے کا باعث ہوں، وہاں دوسری جانب ان حضرات کے لئے غور و فکر کا مواد فراہم کرنا اور دعوت فکر دینا بھی ہے۔ جو ابھی کسی سبب سے کسی مادہ پرستانہ ازم کا شکار ہو کر انسان اور کائنات کے بارے میں ایک غیر عقلی تصور ذہن میں جمائے ہوئے ہیں۔ میرا یہ مختصر سا مقالہ اس دوسرے مقصد کو جزوی طور پر پورا کرنے کی حقیر سی کوشش ہے۔

اسی ماہ کے اوائل میں لاہور میں سہ روزہ قومی خود انحصاری سیمینار میں ملک کے معروف دانشور صدر شعبہ فلسفہ کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے اپنے مقالے میں منجملہ دوسری چیزوں کے صرف ایک جملے پر مشتمل ایک بات بڑے پتے کی کہی۔ آپ نے فرمایا "ترقی یافتہ ہونا نفس مطمئنہ کا ہم معنی نہیں ہے"۔ سیمینار کے اختتام پر چائے اور کھانے کے دوران میں نے ڈاکٹر صاحب سے جب ان علمی موضوعات اور علمی مباحث کے بارے میں پوچھا جس پر وہ کام کر رہے ہیں تو مجھے یہ جان کر افسوس ہوا کہ ان کا تعلق زیادہ تر 'Political Thought' سے ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ وہ ان کو چھوڑ کر مذکورہ بالا جملے میں پیش کردہ تصور نفسِ مطمئنہ کا جدید تعلیم یافتہ اور فلسفیانہ اذہان کے لئے علمی کام کریں۔ سیاسی افکار و تصورات پر کام کرنے کے مقابلے میں یہ زیادہ اہم ہے اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ ♣♣

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔